بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اُن کے نکاح کے وقت کیا تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا ہے۔ اس وقت اسلامی روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً پچاس برس تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا چھٹا سال تمام تھا یا ساتواں شروع تھا۔ نکاح کے تین برس بعد ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو برس کی تھی۔

مخالفین اسلام کا اعتراض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی بڑی عمر میں اس قدر کم سن لڑکی سے نکاح کرنا نامناسب تھا۔ اس اعتراض کے جواب میں مسلمان جواب دینے والوں نے مختلف راہیں اختیار کیں۔ ایک نے کم سنی کی شادی کی نامناسبت ہی کا انکار کر دیا، دوسرے نے نکاح اور رخصتی کی تاریخوں کو تسلیم کرلیا، لیکن رخصتی کے اس عمر میں ہوجانے سے تعلقات زن وشوئی کا بھی اسی زمانہ سے شروع ہوجانا ضروری نہیں قرار دیا بلکہ ان کے نویں سال کو صرف رخصتی کی عمر قرار دیا۔

لیکن تیسرے صاحب سب سے زیادہ تیز ثابت ہوئے انہوں نے آج کل کے جدید علم کلام کی پیروی میں سرے سے ان واقعات کی ان تاریخوں ہی سے انکار کر دیا، اور اس پر ایک بے جوڑ سا مضمون لکھ کر تمام اخباروں میں شائع کر دیا، اشتہار کی صورت میں تقسیم کیا اور لوگوں کے پاس بذریعہ ڈاک بھیجا، خود میرے پاس یہ کئی مرتبہ بھیجا گیا اور میں ہر دفعہ یہ سمجھ کر خاموش رہا کہ مضمون نگار کی نیت اچھی ہے لیکن دیکھتا ہوں کہ اس تسامح نے ایک طرف یہ نقصان پہنچایا کہ یہ جدید نظریہ مستند تاریخوں میں جگہ پانے کی کوشش کررہا ہے۔ چنانچہ سیرت نبوی کے ترکی مترجم کے معاون اردو ظفر حسن صاحب نے قسطنطنیہ سے اس مضمون کا حوالہ دے کر لکھا کہ اگر یہ مضمون آپ کی تحقیق میں درست ہے تو سیرت کے ترکی ترجمہ میں داخل کر دیا جائے، اور دوسری طرف یہ آگے بڑھ کر ایک فقہی مسئلہ کے استدلال میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس لئے اب ضروری ہے کہ اس غیر ذمہ دارانہ مضمون کی تردید کی جائے۔

اس مضمون کی بنیاد یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مصنف شیخ ولی الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کے راویوں کے حال میں ایک مختصر سا رسالہ "**الاکمال فی اسماء الرجال**" لکھا ہے، جو مشکوٰۃ کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر چھپ گیا ہے۔ صاحب مضمون کا بیان ہے کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں، اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان سے دس برس کم ۱۷ برس ہوگی اور نکاح کے وقت پندرہواں برس ختم یا سولہواں شروع ہوگا۔

اس واقعہ کی تنقید کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود اس رسالہ کی حیثیت معلوم کی جائے پھر اس کی روایت کی تحقیق کی جائے اور پھر مستند روایتوں سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شیخ ولی الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختصر رسالہ کوئی استناد کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ سرسری طور پر صرف مشکوٰۃ کے طلبہ کی معمولی واقفیت کے لئے لکھا گیا ہے، خطیب آٹھویں صدی کے آدمی ہیں۔ ۷۳۷ھ کے بعد یعنی مشکوٰۃ کی تالیف کے بعد انہوں نے یہ رسالہ لکھا۔ ایک ایسے امرِ اہم کے لئے اور ایک ایسے واقعہ کے لئے جو تمام قدیم مستند روایتوں کے خلاف ہے، آٹھویں صدی کے ایک مؤلف کا بیان کہاں تک قابل وثوق ہوگا۔

لیکن اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ مضمون نگار نے شیخ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت نقل نہیں کی اور صرف یہ لکھ کر کہ ایسے ثقہ اور معتبر و مستند مؤلف نے یہ لکھا ہے۔ اس کے بعد مذکورۂ بالا بیان جزم ویقین اور حتم کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، حالانکہ غریب خطیب نے اس کو ضعف کے صیغہ کے ساتھ نقل کیا ہے، اصل الفاظ یہ ہیں:

> قِيلَ اَسْلَمَتْ بَعْدَ سَبْعَةَ عَشَرَ اِنْسَانًا وَ هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا عَائِشَةَ بِعَشْرِ سِنِيْنَ وَ مَاتَتْ بَعْدَ قَتْلِ اِبْنِهَا بِعَشْرَةِ اَيَّامٍ وَ قِيلَ بِعِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَهُ مِائَةُ سَنَةٍ وَ ذٰلِكَ سَنَةُ ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ.
>
> ''کہا گیا ہے کہ وہ (اسماء رضی اللہ عنہا) ۱۷ آدمیوں کے بعد اسلام لائی۔ وہ اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی ہیں۔ اپنے فرزند (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کے قتل کے دس دن اور کہا گیا ہے کہ بیس دن کے بعد انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ برس کی تھی اور ۷۳ھ تھا۔''

کہاں مضمون نگار کا جزم ویقین، کہاں مؤلف کا ضعف وعدم قطعیت، اگر اس عبارت کو قیل کے تحت میں بھی مانیئے تو یہ مانیے کہ ہر مصنف سے تسامح کا ہونا ممکن ہے۔ خطیب نے بھی یہاں غلطی کی ہے اور وہ بلاشک وشبہ تسامح کے مرتکب ہوئے ہیں، چنانچہ اسی کتاب میں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں وہ لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ غَيْرُ ذَالِكَ وَ اَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ اثْنَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْلَهَا تِسْعُ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ بَقِيَتْ مَعَهٗ تِسْعَ سِنِيْنَ وَ مَاتَ عَنْهَا وَلَهَا ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً.

''آنحضرت ﷺ نے شوال ۱۰ھ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے ان سے شادی کی اور ہجرت سے اس تین سال سے کم وبیش زمانہ بھی بتایا گیا اور آپ نے ان کے ساتھ شب عروسی گزاری، مدینہ میں شوال ۲ھ میں ہجرت کے ۱۸ مہینے بعد اس وقت وہ نو برس کی تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت کے سات مہینہ کے بعد آپ ﷺ نے خلوت کی اور آپ کے ساتھ وہ نو برس رہیں اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ ۱۸ برس کی تھیں۔''

ذرا ہمارے محقق مضمون نگار ایک ہی مصنف کی ایک ہی کتاب کے ان دو مقامات میں ذرا تطبیق تو دے دیں، پھر کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق حال کے لئے انہوں نے اس رسالہ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تو حال پڑھا ہو، لیکن خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال پر ان کی نظر نہ پڑی ہو۔ پھر کیا یہ دانستہ غلطی کا ارتکاب نہیں ہے۔

جو کچھ خطیب نے اس موقع پر لکھا ہے۔ اسلام کے پورے تاریخی سرمایہ میں ایک حرف بھی اس کے خلاف نہیں ہے۔ صحیح بخاری (مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا، تزویج صغار (وغیرہ ابواب) صحیح مسلم (نکاح) مستدرک حاکم (جلد ۴) مسند احمد (جلد ۶ صفحہ ۱۱۸) نیز ابن سعد (جلد ۸) استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ حدیث کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا نکاح چھ برس کے سن میں اور رخصتی نو برس کے سن میں ہوئی۔ بخاری (فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا) اور مسند احمد (جلد ۶، صفحہ ۵۸) میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد میری شادی ہوئی۔ اس سے مقصود میری رخصتی ہے، یا راویوں نے غلطی سے رخصتی کی تاریخ کے بجائے اس کو نکاح کی تاریخ بتا دیا ہے کیونکہ دیگر صحیح روایتوں سے اس کی تطبیق ناگزیر ہے۔

اب یا تو آٹھویں صدی کے خطیب کی ایک غلط روایت پر قیاس در قیاس کو صحیح مانو، یا امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن الاثیر، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ محدثین و مؤرخین اسلام کو مانو، یہ بھی یاد رہے کہ بخاری، مسلم، ابن حنبل، حاکم اور ابن سعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و رخصتی کی یہ تاریخیں خود انہیں کی زبانی اور انہیں کے گھر کے لوگوں کے ذریعہ سے مروی ہیں، جس سے زیادہ معتبر روایت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان اصل شہادتوں کے ساتھ ضمنی بیانات کو بھی ملا لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح اور رخصتی کے وقت اتنی چھوٹی تھیں، ہنڈولے جھولتی تھیں، گڑیاں کھیلتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب و ابن ماجہ باب مدارۃ النساء و صحیح مسلم باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا) وہ فرماتی ہیں کہ سورۂ قمر کی آیتیں جب نازل ہوئیں، تو میں کھیل رہی تھی۔ (صحیح بخاری تفسیر قمر) کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھے خبر نہ ہوئی تھی۔ (ابن سعد ۸، صفحہ ۴۳) افک کے موقع پر ہے کہ وہ جاریۃ حدیثۃ السن (بخاری) ''کم سن لڑکی تھیں'' حالانکہ مضمون نگار کے قیاس در قیاس کی رو سے اس وقت ان کی عمر کم از کم بیس اکیس برس ہوگی، بیس اکیس برس کی عورت کم سن لڑکی کہی جائے گی؟

ان دلائل کے بعد خطیب کی ایک اتفاقی غلطی پر جو بنیاد کھڑی کی گئی ہے، اس کے گرنے میں کتنی دیر لگے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس ارادی غلطی کا کیوں ارتکاب کیا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم علم اور مذہب کے باب میں ''دروغ مصلحت آمیز'' کے فتویٰ پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب رہا اصل اعتراض کا جواب تو وہ یہ ہے کہ معترض یورپ کی سرد آب و ہوا پر عرب کی گرم آب و ہوا کا قیاس کر رہا ہے۔ ٹھنڈے ملکوں میں بلوغ کی عمر بہت دیر کو آتی ہے اور گرم ملکوں میں بہت جلد آ جاتی ہے۔ خود ہندوستان میں بھی یورپ سے نسبتاً جلد لڑکیاں جوان ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس نکاح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقصود تھا، وہ تاریخ اسلام کے صفحوں سے ظاہر ہے۔ اول مقصود تو نبوت و خلافت کے باہمی رشتوں کا استحکام تھا اور دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبعی ذکاوت و ذہانت سے اسلام کو فائدہ پہنچانا اور عورتوں کے اسلامی تعلیمات کے نشر و اشاعت کا سامان کرنا۔ بحمد اللہ کہ یہ مقاصد عظمیٰ حرف بحرف پورے ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اس کی گواہ ہے، تاہم یہ نبوت کی وہ استثنائی مثال ہے جس کی پیروی مسلمان کو صرف استثنائی ہی صورت میں کرنا چاہئے۔

بہر حال تمام احادیث میں خود حضرت عائشہ صدیقہ سے ان کے نکاح اور رخصتی کے متعلق جو الفاظ مروی ہیں وہ بالا استثنا یہی ہیں۔ صحیح بخاری، باب النکاح الرجل میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَ هِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَاُدْخِلَتْ عَلَیْهِ وَهِیَ بِنْتُ تِسْعٍ وَ مَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا. [جلد ۱، ص ۷۷۱]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جب ان کی شادی کی تو وہ چھ برس کی تھیں اور جب وہ آپ کی خدمت میں لائی گئیں تو نو برس کی تھیں اور نو برس آپ کی رفاقت میں رہیں۔''

یہی واقعہ احادیث کے مختلف ابواب وفصول میں اور خصوصاً بخاری میں شاید چار پانچ مقام پر ہے۔ صحیح بخاری باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے:

قَالَ تُوُفِّیَتْ خَدِیْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ ﷺ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلَاثٍ فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِکَ وَ نَكَحَ عَائِشَةَ وَ هِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَ بَنٰی بِهَا وَ هِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ. [جلد ۱، ص ۵۵۱]

''عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی، آنحضرت ﷺ تقریباً دو برس ٹھہرے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ چھ برس کی تھیں اور جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ۹ برس کی تھیں۔''

فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِکَ سے مراد بے نکاح کے رہنا نہیں ہے جیسا کہ ظاہر بین کو دھوکا ہوسکتا ہے ورنہ ۱ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو برس کی عمر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ کنایہ اس بات سے ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد باوجود حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کے آپ دو برس تک کسی بیوی کے قریب نہ گئے۔

اسی صفحہ میں دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

تَزَوَّجَنِیَ النَّبِیُّ ﷺ وَ اَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ اَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِ وَ اَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ.

''رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو میں چھ برس کی تھی اور جب عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کیا تو میں نو برس کی تھی۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں اور اس کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و پیدائش کی تاریخ میں جو بھی اختلاف ہو، مگر اس میں کہیں بھی اختلاف نہیں کہ وہ نکاح کے وقت ۶ برس کی اور رخصتی کے وقت ۹ برس کی تھیں، یہی روایت تمام حدیث کی کتابوں میں ہے۔ یہ واقعہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور ان سے سُن کر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اور عروہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے ہشام، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ ان حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے جن کے سال وعمر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سال وعمر کی تعیین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

[معارف: شمارہ نمبر ا، جلد ۲۲]

شاید ناظرین کو یاد ہو کہ مولانا محمد علی صاحب لاہوری کے ایک بالکل نئے فتویٰ پر جس کا مفہوم یہ تھا، کہ اسلام میں صغرسنی کی شادی جائز نہیں، اور اسی کے سلسلے میں یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صغرسنی میں بیاہی گئی تھیں، صحیح نہیں ہے۔ ہم نے ''معارف'' (جولائی ۱۹۲۸ء) کے شذرات میں کچھ سوالات کئے تھے، کئی مہینے بعد احباب کے اصرار پر صاحب مضمون نے اپنے اخبار میں ان شذرات کا جواب دیا ہے، ہم نے تحقیق حق کے لئے مناسب سمجھا کہ اس جواب کی تنقید کریں اور اس کے مسامحات کو واضح کردیں۔

[شذرات: شمارہ جنوری ۱۹۲۹ء]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب

[از: مولانا محمد علی صاحب لاہوری]

صغر سنی کی شادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا سوال مدت سے میرے دل میں کھٹکتا رہا ہے، نہ اس لئے کہ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا ہو کہ کوئی نو سال کی غیر معمولی قویٰ کی لڑکی حدِ بلوغ کو پہنچ جائے اور اس میں تعلقات ازدواجی کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بلکہ اس لئے کہ ایک طرف اگر وہ احادیث تھیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا اور بوقت رخصتانہ ۹ سال ہونا بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف بعض ایسی احادیث بھی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن اتنا چھوٹا نہ تھا، مگر میں نے اس سوال پر کبھی غائر نظر نہیں ڈالی۔ سال رواں میں جب صغر سنی کی شادی کے متعلق ایک بل اسمبلی میں پیش ہوا، تو مجھے ضرورت ہوئی کہ میں بھی اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کروں کہ آیا صغر سنی کی شادی اگر قانوناً روک دی جائے تو یہ امر خلافِ شریعت اسلامی ہوگا؟ میں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ ایسی ممانعت خلافِ شریعت اسلامی نہیں کیونکہ شریعتِ اسلامی، کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بلوغ کے بعد ہو، چنانچہ میں نے اپنی جماعت کے چند علما کے خیالات کو بھی معلوم کیا تو ان کی رائے کو اپنی رائے کے موافق پایا اور ایک مضمون اس موضوع پر لکھ کر اخبار ''لائٹ'' میں شائع کیا، اس مضمون کے ذیل میں مجھے اس بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو صغر سنی کی ممانعت کو خلافِ شریعت اسلامی قرار دینے والوں کی طرف سے زور سے پیش کی گئی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغر سنی میں ہوئی اور جب خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجوز ہوں تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ صغر سنی کی شادی کو روک سکے۔

اصل مبحث

اس مضمون کا اردو ترجمہ منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر ''پیغام صلح'' نے خود کر کے ''پیغام صلح'' میں

بھی شائع کیا۔ ''پیغام صلح'' میں جواب ان الفاظ میں تھا:

''اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت شادی کی جب وہ چھ یا سات سال کی عمر میں تھیں، ایسی احادیث کو اگر معتبر بھی سمجھا جائے تو بھی یہ ایک مسلم بات ہے کہ شادی اور طلاق کے قوانین جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں مدینہ میں نازل ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا نکاح اس وقت ہوا جب ابھی آپ مکہ میں تھے، اس لئے اگر یہ نکاح فی الحقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صغر سنی ہی میں ہوا ہو تو بھی اسے، اس قانون کے بالمقابل جو بعد میں نازل ہوا اور اس کے، اس صحیح مفہوم کے خلاف جو خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا، بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔''

اس جواب کے ساتھ ہی ذیل کے الفاظ بھی ہیں جو ''پیغام صلح'' سے ہی نقل کرتا ہوں۔

''لیکن یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغر سنی نہ تھیں۔ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت ﷺ مدینہ کو ہجرت کی ستائیس سال تھی، اس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی، سولہ سال تھی۔''

اس جواب سے ظاہر ہے کہ میرے مضمون کا اصل مبحث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نہ تھا بلکہ صغر سنی کی شادی تھا اور حقیقی جواب جو میں نے دیا ہے وہ اسی قدر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہوا، اور نکاح کے قوانین جو قرآن کریم میں نازل ہوئے وہ اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئے اور یہ جواب یہ فرض کر کے دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغر سنی میں ہوئی۔ لیکن ضمناً یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اتنی تھوڑی نہ تھی۔

بنائے استدلال

اس مضمون کے نکلنے پر اور پھر اس پر جو تنقید معارف (جولائی) میں ہوئی، مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے سوال پر پوری روشنی ڈالی جائے، مگر سب سے بڑھ کر

سید ریاست علی صاحب ندوی کا اصرار رہا کہ میں ان روایات کا پتہ دوں جس کے لئے انہوں نے متعدد خطوط بھی منشی دوست محمد صاحب کو لکھے، کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں سو یہ تو درست ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میری ذہن میں "اکمال" کا حوالہ بھی تھا۔ جو پچھلے دنوں بصورت اشتہار شائع ہوا اور جس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ میرے ایک کرم فرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال تھی۔ اتفاق سے اسد الغابہ میرے پاس نہ تھی اور چونکہ انہوں نے جزم سے یہ کہا کہ ایسا حوالہ موجود ہے مگر کتاب اس وقت نہیں ملی، اس لئے میں نے ان کی یادداشت پر اعتبار کیا (البتہ اب جو کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا۔ گو میرے وہ دوست اب بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی عبارت اسد الغابہ میں پڑھی ہے اور فرصت ملنے پر وہ اس کو نکال دیں گے) مگر ان سب سے بڑھ کر مجھے خود بعض معتبر احادیث کی بنا پر یہ خیال تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت اتنی چھوٹی نہ تھی۔

ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا اور اصل مبحث کچھ اور تھا جس پر عمر کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی اثر نہ پڑتا تھا، اس لئے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی اور ان امور کی بنا پر جو میرے ذہن میں موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جن کو اوپر نقل کر چکا ہوں۔ ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی حالانکہ ایک سال پہلے نہیں بلکہ تین سال پہلے نکاح ہوا تھا۔ گو روایتیں دونوں طرح کی موجود ہیں یعنی بعض روایتوں میں تین اور بعض میں ایک سال قبل ہجرت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] سید سلیمان صاحب نے جہاں "معارف" میں میرے اس مضمون پر تنقید فرمائی ہے، وہاں میرے الفاظ کو نقل کر کے آخر پر استہزاءً یہ فقرہ چسپاں کیا ہے "غلطی ہائے مضامین مت پوچھ"۔ غلطی کا تو مجھے انکار نہیں، لیکن جب سید صاحب نے اس موقع پر جو استہزاء کیا ہے گو میری غلطیاں اسی لائق ہوں مگر ان کی فضیلت کے شایاں یہ نہ تھا۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ اس مضمون میں ایک نہیں دو غلطیاں ہیں۔ اگر میں نے غلطی سے ہجرت سے ایک سال پہلے نکاح ہونا لکھ دیا تو کیا ⟸

نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات

یہ تو محض تمہیدی باتیں ہیں، اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال تھی اور رخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔ لیکن طبقات ابن سعد میں دو روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں ایسی ہیں، جن میں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۴۱ پر ہے: تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ هِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ ۔ یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ نو سال کی تھیں" اور صفحہ ۴۲ پر ہے: نَكَحَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَائِشَةَ وَ هِیَ ابْنَةُ تِسْعِ سِنِیْنَ اَوْسَبْعٍ. یعنی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت نو یا سات سال کی تھی" اور یہ کہا جائے گا کہ اس اختلاف کی کوئی ایسی توجیہہ کرنی چاہئے جو ان روایات کو کثرت روایات کے مطابق کر دے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کثرت روایات میں جو عمر بتائی گئی ہے وہ بروئے حساب درست نہیں آتی اور درایتاً ان روایات کی طرف توجہ نہیں کی گئی جیسا کہ میں نے کہا کثرتِ روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال تھی۔ اب اگر نکاح اور رخصتانہ کی تاریخوں کو دیکھا جائے تو ان روایات کی صحت میں گو وہ بخاری، مسلم یا مسند احمد میں ہوں، سخت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

تاریخِ نکاح کی روایات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ پر روایات میں اختلاف تو ضرور ہے لیکن اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح ۱۰ھ نبوی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہو گیا اور اس کے معاً بعد ہی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

بقیہ حاشیہ...... بخاری میں یہ دونوں قول موجود نہیں اور گواب (معارف جولائی صفحہ ۱۱) سید صاحب نے بخاری کے الفاظ فلبث سنتین او قریباً من ذالک و نکح عائشہ کی اور توجیہہ کی ہے مگر سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں وہ خود اختلاف تسلیم کر چکے ہیں۔ "اس اختلاف کے موقع پر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔" [سیرت عائشہ ص ۲۶]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پہلے ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بعد ہوا، اور چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۱۰ھ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر ہوا، ایک مسلم امر ہے جیسا سید سلیمان صاحب نے بھی سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے، تو یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ۱۰ھ نبوی میں ہونے پر ایک فیصلہ کن امر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے متعلق جو اختلاف روایات میں ہے وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی تاریخ میں اختلاف سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے یعنی بعض مؤرخین نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، ہجرت سے پانچ اور بعض نے ہجرت سے چار سال پیشتر مانا ہے، ان کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات میں ایک یا دو سال کا فرق ہوگا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی، تو اس فرق کی بنا پر یہ خیال کر لیا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے ایک یا دو سال پیشتر ہوا۔ بہرحال روایات میں اختلاف ہے اور خود بخاری کی روایات دونوں طرح کی ہیں۔ یعنی بعض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے تین سال اور بعض میں ایک سال پیشتر مانا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دونوں روایات میں سے ایک قسم کی روایات یقیناً غلط ہیں خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں۔ اس لیے تنقیدی امور میں جذبات کو برانگیختہ کرنا کہ کیا ہم بخاری یا مسلم کو غلط مانیں صحیح طریق نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بخاری بڑے اعلیٰ پایہ کی اور حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، لیکن وہ کتاب اللہ نہیں۔ اس لئے غلطیاں اس میں بھی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے بارے میں جو اختلاف ہے اس میں جمہور محققین نے یہی صحیح مانا ہے کہ ۱۰ نبوی نکاح کی تاریخ ہے جیسا کہ خود سید سلیمان صاحب نے بھی مانا ہے:

> ''جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایت کا کثیر اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا اور اسی کے ایک مہینے کے بعد شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔'' [سیرت عائشہ، ص ۲۶]

تاریخ رخصتانہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کب آئیں؟ سو اس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے یعنی بعض روایات میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا

ہے اور بعض میں اٹھارہ ماہ بعد۔ سید سلیمان صاحب نے سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ہوئی یعنی ۲ھ میں رد کرتے ہوئے شوال ۱ھ کو صحیح قرار دیا ہے (صفحہ ۳۰) اور حاجی معین الدین صاحب ندوی نے "خلفائے راشدین" میں ہجرت کے بعد دو سال کو صحیح قرار دیا ہے (خلفائے راشدین صفحہ ۶) سید سلیمان صاحب نے ۲ھ میں رخصتانہ کے قول کو صرف اس لئے رد کیا ہے کہ اس بیان کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسواں سال ہوگا۔ غالباً ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ اگر ہجرت کا پہلا سال بھی رخصتانہ کا مانا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا ان روایات کے مطابق بھی یہ دسواں سال نہیں گیارہواں سال تھا۔ شوال ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا اور اس وقت عمر چھ یا سات سال کی بتائی جاتی ہے، اس حساب سے شوال ۱۳ نبوی میں یعنی ہجرت سے چھ یا سات ماہ پیشتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو یا دس سال ہو چکی تھی اور شوال ۱ھ کو بھی تاریخِ رخصتانہ اگر مانا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت ان روایات کے مطابق بھی پورے دس سال کی ہو کر گیارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں یا گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں اور نو سال کی عمر کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی، لیکن درست وہی ہے جو عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا۔ اسی کے موافق علامہ ابن عبدالبر نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوا، تو اس حساب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں یا بارہ کی ہو کر تیرہویں میں داخل ہو چکی تھیں۔ بہرحال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر یہ روایات درست ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے۔ کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لئے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقتِ رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات میں سے ہے۔

دوسری روایات سے عمر کا قیاس

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح یعنی ۱۰ نبوی میں اس قدر کم نہ تھی یعنی چھ یا سات سال جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے اور یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں جن میں نکاح

کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے کچھ نقص ضرور ہے۔ یہ روایات بھی صحیح بخاری کی ہیں۔ایک روایت کتاب التفسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں ہے جس کی راوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ قَالَتْ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ بِمَکَّۃَ وَ اِنِّی لَجَارِیَۃٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ﴾ یعنی ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور میں اس وقت لڑکی تھی“ ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ﴾ اب یہ آیت سورۂ قمر میں ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ اس میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت ﷺ سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور یہ ۷ھ نبوی کا واقعہ ہے۔ اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ اس لئے ان کا نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہئے اور سورۂ نجم کا ۵ھ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے۔ پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی اور جن لوگوں نے آیات ﴿سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ﴾ کا مدینہ میں نازل ہونا مانا ہے۔ انہیں یہ غلطی اس لئے لگی ہے کہ یہ آیات آنحضرت ﷺ نے جنگ بدر کے موقعہ پر تلاوت فرمائی تھیں۔ یہ بتانے کو کہ ان میں وہ پیشین گوئی ہے جو بدر کے دن پوری ہوئی، تو بعض لوگوں نے غلطی سے ان کا نزول مدینہ میں سمجھ لیا۔ پس ۵ھ نبوی یا ۶ھ نبوی ان آیات کا نزول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی اور پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی رکھتی تھی، تو یہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۰ھ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں اور اگر یہ روایات صحیح ہیں تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں انہیں غلطی لگی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت

اسی کی تائید بخاری کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو باب ہجرۃ النبی ﷺ میں آتی ہے اور یہ روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَھُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَ لَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ طَرَفَیِ النَّھَارِ بُکْرَۃً وَ عَشِیَّۃً فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُھَاجِرًا نَحْوَ اَرْضِ الْحَبَشَۃِ. یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبش کی طرف نکلے۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو پہلے مسلمان ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ جن کا اسلام ۳ھ نبوی یا اس سے پیشتر کا ہے، کیونکہ وہ سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں اور ۴ھ نبوی میں چالیس مسلمان ہو چکے تھے اور اس کے ساتھ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ بیان کیا ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کر کے حبش کی طرف نکلنا یہ ۵ھ نبوی کا واقعہ ہونا چاہئے۔ اور اس سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح اور شام جانا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور اسے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ ان روایات کے مطابق جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر بیان کی ہے ۵ھ نبوی ان کی پیدائش کا زمانہ بنتا ہے۔

عمر کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال

تو ان روایات کے مطابق ۵ھ یا ۶ھ نبوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہوش کا زمانہ نہیں کہلا سکتا اور ۷ھ نبوی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ کی آمد و رفت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر نہ ہوسکتی تھی۔ اور جب شعب سے نکلے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جلد ہی وفات پا گئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان جس میں بعض واقعات کا ذکر ہے جس کی تصدیق دوسری طرح بھی ہوسکتی ہے، یقیناً اس کے خلاف ہے، جس میں انہوں نے اپنی عمر بیان کی ہے۔ اس لئے اس بیان کو ترجیح دی جائے گی جس کی تصدیق دوسرے واقعات سے ہوتی ہے اور یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر کے متعلق کچھ غلط فہمی تھی اور قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت گیارہ سال سے اور رخصتانہ کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھی۔ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ایک جگہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ ان سے دریافت کر کے جواب دیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔

صاحبِ مشکوٰۃ کا قول

یہ سچ ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحبِ مشکوٰۃ کے اس قول کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسماء رضی اللہ عنہا سے صرف دس سال چھوٹی تھیں، کیا بناء ہے لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ ان کے قول کی بنا کسی روایت پر ہی ہوگی جیسا کہ انہوں نے خود بھی اسے "قیــل" کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ کر " قیل" کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا، انہیں کوئی روایت ملی ہوگی جس کی بنا پر انہوں نے یہ لکھا ممکن ہے کہ ایسی کوئی روایت تلاش سے مل بھی جائے، میں نے اسے اس لئے قابلِ اعتبار سمجھا کہ ایک طرف تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال ہونے میں یقیناً کچھ گڑ بڑ ہے۔ دوسرے بخاری کی بعض احادیث صاف بتاتی ہیں کہ بعثت کے پانچویں چھٹے سال میں وہ ہوش سنبھالے ہوئے تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آتے جاتے تھے اور اسی وقت انہوں نے سورۂ قمر کی آیت ﴿بَـلِ السَّـاعَةُ مَـوْعِـدُهُمْ﴾ کا نزول بھی یاد رکھا پس نکاح کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال ہونا کسی صورت میں صحیح نہیں بلکہ غالباً گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی۔ ممکن ہے مزید تحقیقات سے کچھ اور روشنی اس امر پر پڑ سکے۔ سردست اس اصرار کی وجہ سے جو بعض اطراف سے ہو رہا تھا میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔

[محمد علی ۲۲ نومبر ۱۹۳۸ء]

حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب

ناظرین! اوپر کا مضمون آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس ضمن میں میری گزارشوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، جو گو کسی قدر طویل ہیں، تاہم فوائد سے خالی نہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے شذرات (معارف) میں غالبؔ کے ایک مصرع کے لکھنے پر معافی چاہتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے طنز و استہزاء سمجھا ہے حالانکہ اس کا درجہ شوخیٔ تحریر تک ہے۔ مگر بہرحال میں اس ایک مصرع کی معافی چاہتا ہوں کہ اس تحریر و مراسلہ سے مقصود واقعہ کی تحقیق ہے نہ کہ کسی فریق کی دلآزاری اور استہزاء۔

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اور جرأت کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے مسامحات کا اعتراف کیا، اور صاف لکھا کہ ان کے پاس بوقت نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سولہ سال اور بوقت رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ و حدیث کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ اور یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شوال ۱۰ھ نبوی میں اور رخصتی شوال ۲ھ میں ہوئی اور بہت کھینچ تان کرنے کے بعد بھی یہی تسلیم کیا کہ نکاح کے وقت ان کی عمر نو برس کے بجائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بار بار بیان ہے ۱۲ یا ۱۳ برس تھی، اور نکاح اور رخصتی میں تین برس کا نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں، بلکہ

> ''ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ برس کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لئے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے۔

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے جس سے یہ ناممکن، ممکن ہوسکتا ہے۔''

① سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغاز اسلام میں بلکہ عہد نبوت میں اور عہد صدیقی میں

سنہ کا رواج نہ تھا، سنہ کی ترتیب عہد فاروقی میں ہوئی ہے۔ پہلے یہ طریقہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینہ پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا۔ بعد میں لوگوں نے ان مہینوں سے سال بنالیا، پھر سنہ کی ترتیب قائم ہوگئی۔

② یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، اور یہ پورے تیرہ برس نہیں ہیں، بلکہ کسور کے ساتھ ہیں یعنی چند مہینوں کی کمی کے ساتھ۔

③ سنہ نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی کثیر الوقوع ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ سنہ ہجری کی خصوصیات سنہ نبوی پر بھی عائد کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، مگر سنہ نبوی کا یہ حال نہیں ہے، وہ مبہم طریقہ سے کسی مہینہ سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے۔

④ قرآن پاک کے اشارات اور ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱ھ نبوی رمضان سے شروع ہوا، تو گویا چار مہینے کے بعد ہی ذی الحجہ میں چار مہینوں پر تمام ہوا، اور آخری سال یعنی ۱۴ھ نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا۔ اس بنا پر سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے جس کو تجوز عام میں ۱۳ برس کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

⑤ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا، مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم ۱۲ھ نبوی سے محرم ۱ھ ہجری کا آغاز ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سال کے حساب میں اگر تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں۔ اسی لئے ۱۴ھ نبوی نہیں بولتے کیونکہ ۱۴ھ کے صرف دو مہینے ہیں، اور وہ ۱ھ ہجری میں داخل کرلئے گئے۔

⑥ اب سنہ نبوی کا حال یہ ہے کہ اس کا پہلا سال چار مہینہ کا، اس کے بعد ۱۲ سال بارہ

مہینوں پر مشتمل اور آخری سال دو مہینوں پر۔

⑦ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ سنین اصل ہیں اور ان کی عمر کا شمار ان سنین پر متفرع، حالانکہ یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ اصل ان کی عمر کا شمار ہے اور وہ بھی انہیں کے بتائے ہوئے سنین پر اور اس شمار پر لوگوں نے سنہ ہجری کو تطبیق دیا ہے، اور ان روایات کے بموجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی۔ اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جو سنہ بھی لگائے، بعضوں نے پورے پورے ۱۲ مہینے کے سال لئے تو سنہ گھٹ گئے اور بعضوں نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والا، آخری سال دو مہینوں والا اور ہجرت کا پہلا سال دس مہینوں والا لیا تو سنہ بڑھ گئے، اسی بنا پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ ۱ ھ کو ہوا دوسرا کہتا ہے ۲ ھ میں ہوا، اس لئے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے بلکہ عمر کا حساب اصل ہے، اور اس سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے۔ اس لئے آپ سنہ کے حساب میں ترمیم کر سکتے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کر سکتے۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی لکھتے ہیں:

''روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔''

اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں، حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نو برس یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے، اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔'' بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک دو روایتوں کے علاوہ تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی اور ۱۸ برس

کی سن میں بیوگی ہوئی۔

مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ هِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ (جلد ۸) آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ نو برس کی تھیں لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑ دیا کہ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً یعنی ''اور آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔'' حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی سے رخصتی کی جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریح غلطی ہوئی ہے، اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن عروہ سے ہے، وہ صفحہ ۴۲ پر نا تمام ہے، مگر ۴۱ پر تمام ہے اور وہ یہ ہے کہ ''چھ یا سات میں نکاح ہوا اور نو میں رخصتی ہوئی۔'' مگر مولانا نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، تاکہ نو برس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو۔ جن ہشام بن عروہ سے نقل کرنے میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارہ میں وہم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں یا سات کی، انہیں کے صحیح و مستند راویوں کے بیان ہیں جن کی ابن سعد اور بخاری و مسلم میں روایتیں ہیں، مطلق وہم و تزلزل اس بات میں نہیں ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں۔

بہرحال نکاح کے وقت نو برس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ جو یہ کہتا ہے کہ ''نویں برس یا ساتویں برس نکاح ہوا۔'' اور کسی نے نو برس کا ہونا نہیں ظاہر کیا، اور جس دوسرے نے یعنی اسود نے نو برس میں نکاح ہونا بیان کیا ہو، ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے اس کی مراد رخصتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ'' نویں برس نکاح ہوا، اور اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔'' اور ظاہر ہے کہ اگر نویں برس نکاح ہوتا اور تین برس کے بعد رخصتی ہوتی، اور اس کے بعد نو برس وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہیں تو وفاتِ نبوی ﷺ کے وقت وہ اٹھارہ کی بجائے اکیس برس کی ہوتیں اور یہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہے۔

اب جس راوی (ہشام بن عروہ) سے ایک دو جگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا ابن سعد میں ہے۔ اسی سے متعدد صحیح ترین روایتوں میں بتصریح بلا شک و شبہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی مروی ہے۔ بخاری و مسلم کا ہرگز لحاظ نہ کیجئے مگر صحیح اور کثیر روایتوں کا تو لحاظ کیجئے جن کی بنا پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا اور نو برس کے سن میں رخصتی ہوئی۔ جو کوئی نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہے وہ رخصتی کی عمر نو ہی برس کہتا ہے اور سات کو ملا کر نکاح اور رخصتی

میں وہی تین برس کا فصل نکلتا ہے۔

اب آیئے دوسرے محققین کی طرح اس کو نبوی اور ہجری سنین سے تطبیق دے لیں۔ آپ نے تسلیم کرلیا ہے کہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا۔ مہینہ کی بھی تصریح کر دیجئے تا کہ سنہ کے بنانے میں آسانی ہو، وہ بالاتفاق شوال کا مہینہ تھا۔ نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی اور دونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا۔ اب جن محققوں نے مثلاً علامہ عینی اور ابن عبدالبر نے رخصتی کا وقت شوال ۲ھ لیا ہے۔ انہوں نے نکاح کا زمانہ ۱۰ نبوی نہیں بلکہ ۱۱ نبوی لیا ہے اور جنہوں نے شوال ۱ھ رخصتی کا زمانہ لیا ہے، انہوں نے نکاح کا زمانہ شوال ۱۰ نبوی بتایا ہے اور اگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہے کہ تاریخ نکاح ۱۰ نبوی اور تاریخ رخصتی ۲ ہجری قرار دیا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کر کے آخری سال ۳۰ صفر ۱۴ نبوی کے بجائے ۳۰ صفر ۱۳ نبوی کو تمام کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شوال ۱۰ نبوی کا زمانۂ نکاح مان کر شوال ۲ ہجری کے زمانہ رخصتی کو شوال ۱۰ نبوی کے تین برس بعد ہی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی طرح چار پانچ برس نہیں قرار دیتے جو ناممکن ہے۔

آپ سال بڑھانے کی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۱۰ نبوی اور رخصتی کا سال پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۲ھ اور یہ صریح غلطی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان تین برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا۔ اس بارہ میں انہیں دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جن کو آپ نے مستند قرار دیا ہے، یعنی علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن عبدالبر۔ جنہوں نے شوال ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لئے اختیار کیا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

چنانچہ علامہ عینی جو یہ مانتے ہیں کہ شوال ۲ھ میں رخصتی ہوئی، انہوں نے شوال ۲ھ اس لئے تسلیم کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۱ نبوی میں ہوا۔ اس لئے تین برس کے فصل کے ساتھ انہوں نے شوال ۲ھ تسلیم کیا۔ یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں مان کر رخصتی ۲ھ میں تسلیم کیا ہو، جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لئے آپ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ اصل مبحث یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان محفوظ رکھیئے:

تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ، وَ قِيْلَ بِثَلَاثٍ وَ قِيْلَ بِسَنَةٍ وَ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهَا فِيْ شَوَّالٍ وَ هِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ سَبْعٍ وَ بَنٰى بِهَا فِيْ شَوَّالٍ اَيْضًا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ اَقَامَ فِيْ صُحْبَتِهٖ ثَمَانِيَةَ اَعْوَامٍ وَّ خَمْسَةَ اَشْهُرٍ وَ تُوُفِّيَ عَنْهَا وَ هِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ وَ عَاشَتْ خَمْسًا وَ سِتِّيْنَ سَنَةً . [عمدۃ القاری جلد ا، ص ۴۵]

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے اور کہا گیا کہ تین سال پہلے، اور کہا گیا کہ ڈیڑھ سال پہلے یا اس کے قریب شوال میں نکاح کیا۔ جب وہ چھ برس کی تھیں اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں اور ان کی رخصتی کرائی شوال میں واقعہ بدر کے ۲ ھ میں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آٹھ برس اور پانچ مہینے رہیں۔ جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں اور پینسٹھ برس کی عمر پائی۔''

دیکھئے علامہ عینی نے ہجرت سے دو سال پہلے یعنی شوال ۱۱ ھ کا نکاح تسلیم کیا ہے اور باقی اقوال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جن لوگوں نے ہجرت سے تین سال قبل نکاح تسلیم کیا ہے وہ شوال ۱ ھ میں رخصتی تسلیم کرتے ہیں۔ جو لوگ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے کہتے ہیں وہ اس لئے کہ شوال ۲ ھ میں ان کے نزدیک تین سال پورے ہو جاتے ہیں۔ الغرض یہ تمام سنین اسی تفصیل میں ہیں کہ نکاح اور رخصتی میں تین سال کا فصل قائم رہے۔ سنین کے تطابق کے جھگڑے کو چھوڑ کر اصل مبحث میں کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں، علامہ عینی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حوالہ آپ نے علامہ ابن عبد البر کا دیا ہوا ہے۔ بے شک انہوں نے استیعاب جلد دوم صفحہ ۷۶۵ (حیدر آباد) میں زبیر بن بکار کے حوالہ سے منجملہ دوسری روایتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ ''شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی۔''

مگر یہ خود علامہ ابن عبد البر کی تحقیق نہیں ہے۔ بلکہ ان کی کتاب کی منجملہ اور روایتوں کے ایک

روایت یہ بھی ہے کہ جو ابن شہاب زہری پر موقوف ہے، اور بھی اس میں نقائص ہیں۔ ان کی اصل تحقیق یہ ہے جس کو انہوں نے شروع میں اپنی طرف سے لکھا ہے:

وَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ هٰذَا قَوْلُ اَبِیْ عُبَيْدَةَ وَ قَالَ غَيْرُهُ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَ هِیَ بِنْتُ سِتٍّ وَ قِيْلَ بِنْتُ سَبْعٍ.

''آنحضرت ﷺ نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا یہ ابو عبیدہ کا قول ہے اور دوسرے نے کہا کہ تین برس پہلے نکاح کیا اور وہ اس نکاح کے وقت چھ برس کی تھیں اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں۔''

اور سب سے آخر میں ان کا وہ بیان ہے جس کو وہ اجماعی کہتے ہیں۔

وَابْتَنٰی بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ وَ هِیَ اِبْنَةُ تِسْعٍ لَا اَعْلَمُهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِیْ ذٰلِكَ

''اور ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی جب وہ نو برس کی تھیں اور مجھے علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے۔''

یہی علامہ ابن عبد البر اسی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۹ (حیدر آباد) میں لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ قَبْلَ سَوْدَةَ وَ قِيْلَ بَعْدَ سَوْدَةَ اَجْمَعُوا عَلٰى اَنَّهُ لَمْ يَبْنِ بِهَا اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قِيْلَ سَنَةُ هَاجَرَ وَ قِيْلَ سَنَةُ اِثْنَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ فِیْ شَوَّالٍ وَ هِیَ ابْنَةُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَ كَانَتْ فِیْ حِيْنِ عَقَدَ عَلَيْهَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

''ان سے نکاح مکہ میں ہوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پہلے اور کہا گیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بعد۔ اس پر اتفاق ہے کہ رخصتی مدینہ ہی میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ جس سال ہجرت فرمائی اسی سال (یعنی ۱ھ) اور کہا گیا ہے شوال ۲ھ اور اس وقت وہ نو برس کی تھیں اور عقد کے وقت چھ برس کی تھیں اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے اور اس سے سنین کی تعیین کی گئی ہے اور چونکہ سنین میں مہینے چھوٹے اور بڑھے ہیں، اس لئے لوگوں میں سنین کی تعیین میں اختلاف ہے لیکن نکاح کے وقت چھ برس اور رخصتی کے وقت نو برس میں اصلاً کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ کا قول

افسوس ہے کہ مجیب نے آخر میں اس امر کو کہ ''کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں، صاحب مشکوٰۃ کا قول بتایا ہے۔ حالانکہ مشکوٰۃ میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا ایک دوسرا مختصر سا رسالہ ''اسماء الرجال'' میں ہے۔ اس میں نسخہ کی غلطی یا کتابت کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا ''قیــــل'' یعنی ضعیف روایت کے طور پر لکھا ہے، جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی، چہ جائیکہ معتبر احادیث سے ہو۔ جیسا کہ فریق نے کہا تھا۔ بہر حال ولی الدین خطیب تبریزی نے بحیثیت صاحب مشکوٰۃ نہیں، بلکہ بحیثیت ''صاحبِ اکمال فی اسماء الرجال'' ایسا ضعیف اور غیر مؤید قول ''قیــــل'' کر کے نقل کیا ہے۔ میں نے ''صاحب مشکوٰۃ'' کے لفظ سے اس لئے انکار کیا کہ عام لوگوں میں مشکوٰۃ شریف کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ان کو شبہ ہوگا کہ شاید یہ کہیں مشکوٰۃ میں مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، بہر حال اگر اب مشکوٰۃ اور اکمال کے مؤلف سے ہی آپ کو اس قدر حسنِ ظن ہے کہ ''اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر قیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا۔'' تو اس پایہ کا آدمی یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کو جن دو حدیثوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں مغالطہ ہوا، وہ ان سے بے خبر ہو، بااین ہمہ دیکھئے کہ وہ کیا کہتا ہے، اسی اکمال میں جس کو آپ اس پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے (یہ ملحوظ رہے کہ ان کے نزدیک قیام مکہ کا آخری زمانہ ۳۰ صفر ۱۳ھ نبوی ہے) یہ ملحوظ رہے کہ ہجرت سے تین سال قبل سے مقصود شوال ۳ھ قبل ہجرت ہے جو مطابق ۱۱ھ نبوی ہے اور ۲ھ قبل ہجرت مطابق ۱۲ھ نبوی اور ۱ھ قبل ہجرت مطابق محرم ۱۳ھ تا ۳۰ صفر ۱۲ھ نبوی صرف دو ماہ)

خَطَبَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ وَ اَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ اِثْنَتَيْنِ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَ عَشَرَ شَهْرًا وَلَهَا تِسْعُ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ وَ بَقِيَتْ مَعَهٗ تِسْعُ سِنِيْنَ وَ مَاتَ عَنْهَا وَ لَهَا ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً.

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبت کی اور بیاہ کیا، شوال ۱۰ھ نبوی میں، ہجرت سے تین سال پہلے اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی دو برس،

ڈیڑھ برس پہلے)اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال ۲ھ میں، ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد اور وہ اس وقت نو برس کی تھیں اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد (یعنی شوال ۱ھ) میں رخصت کرایا، وہ آپ کے پاس نو برس رہیں اور جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔''

لیجئے ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ وصاحب اکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے۔ پس ایسے اجماعی مسئلہ کا جو صرف بخاری نہیں بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم بلکہ اسلام کے سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرۂ کتب وروایات کا متفق علیہ ومتواتر بیان ہو اس کی تکذیب اپنے چند غلط قیاسات سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استناد

مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی استناد کیا ہے، جس میں نکاح کا سال شوال ۱۰ نبوی لکھا ہے، حالانکہ مولانا نے اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرہویں سال میں ادھر صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں تو اس حساب سے شوال ۱۰ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہوئے۔ ۱۱ نبوی کا ایک سال ۱۲ نبوی کا ایک سال ۱۳ نبوی کے دو ماہ کا کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول ۱ سے شوال ۱ھ تک آٹھ مہینے، کل ۳۶ مہینے ہوئے جن کے تین سال پورے ہوئے۔

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھ کر تیرہویں سال کو پورا کر لیا جائے۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبوت کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہوگئی ہے۔ نبوت کے دسویں سال کے اخیر کی جگہ گیارہویں سال کا اخیر لکھنا چاہئے اور غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر وواضح ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی، کیوں کہ:

① اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنہوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دسویں سال کے نکاح کا حساب جوڑا ہے۔ میں نے یہ لکھا ہے کہ:

''اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہو گا، یعنی شوال ۹ھ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۱۴ء۔''

اب دیکھئے کہ جب شوال ۵ نبوی اور ۹ھ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ شوال ۱۱ نبوی بالکل صاف ہے۔

② پھر صفحہ ۲۷ پر ہے کہ:۔

''اس لحاظ سے شوال ۳ھ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا''

شوال ۳ھ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء وہی شوال ۱۱ نبوی ہوا۔

③ اس کے اسی صفحہ پر لکھتا ہوں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکے میں رہیں، دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔''

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیامِ مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں نکاح کو ۱۱ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں۔

④ مزید تصریح کے لئے شمسی سال کا تطابق بھی لکھ دیا ہے کہ جولائی ۶۱۴ء میں ولادت (ص ۲۰) اور مئی ۶۲۰ء میں نکاح ہوا (ص ۲۷) ۶۱۵ء سے ۶۱۹ء تک پورے پانچ برس ہوئے اور جولائی ۶۱۴ء کے چھ مہینے اور مئی ۶۲۰ء کے پانچ مہینے کل گیارہ مہینے، غرض شمسی حساب سے (میرے مولویانہ تخمینی حساب سے) نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی۔

⑤ پھر میں نے اسی صفحہ ۲۷ پر ۳ھ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبدالبر نے بھی کی ہے، اب دیکھ لیجئے کہ جس قول کو انہوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب جلد ۲ ص ۷۶۵) اور یہ تخمیناً ہے، ورنہ تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوئے۔

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا مصنف کے نزدیک نکاح شوال ۱۱ نبوی اور رخصتی شوال ۱ھ کا واقعہ ہے، شوال ۱۱ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال ۱ھ میں وہ نو برس کی تھیں۔ ۱۲ نبوی کا پورا سال ۱۳ نبوی کا پورا سال دو برس ہوئے، اور ۱۱ نبوی کے ذیعقدہ اور ذی الحجہ دو مہینے اور ۱۴ نبوی یعنی ۱ھ کے دس

مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے، پورے تین سال کا فرق ہوا۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۲۸ پر میں نے لکھا ہے:

"جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا، نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی۔"

ان تمام تصریحات کا صاف وصریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۲۷ پر جو نبوت کا دسواں سال لکھا ہے وہ درحقیقت گیارہواں سال ہے، دسواں نہیں، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی لفظی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل وکمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں۔

ہجرت سے تین برس پہلے شوال میں نکاح ہونا جو لوگ کہتے ہیں وہ درحقیقت لفظی تسامح میں مبتلا ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے سے ان کا مقصود شوال ۳ھ قبل ہجرت ہے، نہ یہ کہ گن کر پورے تین سال، کہ گننے میں تو وہ صرف دو برس چار مہینے ہوں گے اور سنہ کہنے میں ۳ھ قبل ہجرت کہنا صحیح ہوگا کہ سنہ کہنے کے لئے پورے ۱۲ مہینے کا لینا ضروری نہیں اور سال کہنے میں پورے بارہ مہینوں کا تخیل آتا ہے۔ اسی بنا پر صحیح بخاری (باب تزویج عائشہ) میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جو یہ روایت ہے کہ:

تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِکَ وَ نَکَحَ عَائِشَةَ وَ هِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَ هِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ. [ج ا،ص ۵۵۱]

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے مدینہ کی طرف نکلنے سے تین سال پہلے انتقال کیا۔ پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں اور رخصتی کرائی جب وہ نو برس کی تھیں۔"

اس عبارت میں ہجرتِ مدینہ سے تین برس قبل جو کہا گیا ہے اگر اس سے پورے تدقیقی تین سال مراد لئے جائیں تو اس عبارت سے کہ "پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے" یہ مطلب ہوگا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تخمیناً دو برس یا اس کے قریب اور تدقیقاً ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ نبوی میں ماننا پڑے گی تاکہ ربیع الاول ۱۴ھ نبوی مطابق ربیع الاول ۱ھ میں پورے تین برس ان کی وفات کو ہو

جائیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ڈیڑھ برس بعد شوال ۱۲ھ نبوی میں ماننا پڑے گا۔ یعنی ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے جیسا کہ بعضوں نے مانا ہے، اور پھر رخصتی تین برس کے بعد شوال ۱۵ھ نبوی مطابق شوال ۲ھ میں، یہ ایک قول ہے جس کی طرف محققین کی ایک جماعت گئی ہے، جس میں علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس قول کے بموجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت شوال ۶ھ نبوی ماننی پڑے گی۔

دوسرا مطلب اس روایت کا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین برس پہلے تخمیناً ہوئی۔ یعنی ۳ھ قبل ہجرت اس لحاظ سے وفات رمضان ۱۱ھ نبوی میں ہوگی، یعنی ہجرت سے تدقیقاً ڈھائی برس پیشتر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ایک ہی مہینہ کے بعد شوال ۱۱ھ نبوی میں ہوا، اور رخصتی شوال ۱۴ھ نبوی یعنی شوال ۱ھ میں، اور اس بنا پر روایت کے اس فقرہ کا کہ "پھر آپ دو برس یا ڈیڑھ برس ٹھہرے" کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوجانے کے باوجود آپ کسی بیوی کے پاس ڈیڑھ دو برس تک نہیں گئے۔ پھر اس مدت کے بعد مکہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور اس کے ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ اس حساب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۵ھ نبوی کا آخر ہوگا۔ نکاح کا زمانہ شوال ۱۱ھ نبوی ہوگا اور رخصتی کا زمانہ ۱ھ ہوگا، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور روایات کی تطبیق ومراجعت سے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے۔

الغرض تمام محققینِ اخبار وسیر وآثار نے روایات اور ان کے مطالب کے اختلاف کی بنا پر سنین کی تعیین میں جو کچھ اختلاف کیا ہو، مگر اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی یا زیادہ سے زیادہ سات برس کی اور رخصتی کے وقت وہ نو برس کی تھیں۔ یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دیئے ہیں۔ سنین کی مطابقت سے عمر کی تعیین نہیں کی ہے، دوسری عبارت میں یوں کہیئے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہے اور نبوی وہجری سنین کی تعیین فرع ونتیجہ ہے، یہ نہیں کہ ہجری ونبوی سنین اصل ہیں اور عمر کا شمار نتیجہ وفرع ہے، سنین میں اصلاح وترمیم ہو سکتی ہے مگر عمر کے شمار میں نہیں ہوسکتی۔ هٰذَاهُوَ الْمَطْلُوْبُ.

فریق کے دومؤیدات

اصل دلائل کے بعد اب مؤیدات کی بحث باقی ہے، گو کہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں بھی مجیب

کے مؤیدات کے جواب دینے سے اسی طرح احتراز کروں جس طرح اس نے میرے مؤیدات کے جواب دینے سے احتراز کیا ہے، حالانکہ وہ پورا مضمون جو معارف جولائی ۲۸ء میں چھپا ہے، اس کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے، مگر صرف اس لئے کہ تحقیق حق ہو، میں مجیب کے دونوں قیاسی مؤیدات کا بھی جواب دیتا ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال

قیاس کا سلسلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے۔ جو مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبش کی طرف نکلے۔" مولوی صاحب ممدوح نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی ہجرت (۵ھ نبوی والی) میں شرکت کرنی چاہی اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحب ہوش تھیں اور ہوش کے لئے پانچ چھ سال کا ہونا ضروری ہے۔ غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۱ھ نبوی بتائیں، یا اس سے بھی ایک سال پہلے۔

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں "لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ" اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ "جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین پر پایا۔" حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے" ہر عاقل سمجھ جاتا ہے کہ "میں نے جب سے ہوش سنبھالا۔" اور "میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ "ہوش سنبھالنے" کا لفظ کسی قدر زیادہ سن کے لئے یا سنِ تمیز کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن "جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا۔" اتنے سن اور تمیز کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس لئے اس لفظ سے ہمارے فریق کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانچ چھ برس کے صاحبِ تمیز و ہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کے بعد اس حدیث کے متعلق مجھے دو حیثیت سے بحث کرنی ہے، ایک تو اپنے جانتے محد ثانہ بحث کرنا ہے، جسے خواص اور علمِ حدیث کے صاحبِ ذوق سمجھ سکتے ہیں اور دوسری عام اور

رواداری کی حیثیت سے۔

پہلا طریقہ

اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چار ٹکڑوں سے مرکب ہے، ایک یہ ہے کہ ''میں نے جب سے اپنے والدین کو جانا پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا۔'' دوسرا ٹکڑا ''روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کا ہے۔'' تیسرا ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے'' اور چوتھا ٹکڑا ''مدینہ منورہ کی ہجرت کا ہے۔'' یہ حدیث ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ ان کی عادت ہے کہ اخبار و سیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف واقعات متعلقہ کو تسلسل کے لئے جوڑ کر بیان کرتے ہیں۔ تمام بڑے بڑے واقعات میں انہوں نے یہی کیا ہے، مثلاً حدیث آغازِ وحی، حدیث سفیان و قیصر و مصاحبینِ قیصر، حدیث واقعۂ افک اور آخری واقعہ میں جیسا کہ بخاری میں ہے اور کتبِ سیر میں تو ہر جگہ انہوں نے اپنی اس روش کی تشریح کر دی ہے۔

یہ حدیث کتبِ صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے۔ امام بخاری نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کہیں ایک ساتھ ٹکڑے کر کے مختلف ابواب میں درج کیا ہے مثلاً کتاب المساجد، کتاب الکفالہ، کتاب الادب، باب عزوۃ الرجیع، کتاب الہجر ۃ۔

کتاب الکفالۃ بروایت عقیل عن ابن شہاب الزہری صرف پہلا ٹکڑا ہے یعنی:

لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ.

''میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا۔''

نیز ابن سعد (ترجمہ ابی بکر) میں بھی بروایت زہری اتنا ہی ٹکڑا ہے۔ پھر صحیح بخاری باب الادب میں والدین کی شناخت، حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد اور پھر ہجرتِ مدینہ کا ذکر ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَ لَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا وَ يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَاعَةٍ لَّمْ يَكُنْ يَأْتِيْنَا فِيْهَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا جَاءَ بِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَ اِنِّيْ اُذِنَ لِيَ الْخُرُوْجَ.

''میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا اُن کو دین کا پیرو پایا اور رسول اللہ ﷺ کوئی دن ہم پر نہیں گزرا کہ صبح وشام ہمارے پاس نہ آئے ہوں، تو ہم ایک دفعہ ٹھیک دوپہر کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر (یا کمرہ) میں تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ایسے وقت آئے کہ جو وقت آپ کی تشریف آوری کا نہ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی وقت آپ کسی خاص ضرورت سے تشریف لائے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی۔''

باب غزوۃ الرجیع میں ابن شہاب زہری سے نہیں بلکہ ابواسامہ بن عروہ سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ سب کچھ نہیں ہے بلکہ قصہ کو صرف ہجرتِ مدینہ سے شروع کیا ہے۔ کتاب المساجد میں، پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری کا ذکر، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسجد بنا لینے کا ذکر ہے۔ کتاب الہجرۃ میں حدیث کے پورے ٹکڑے یک جا ہیں، مگر ترتیب اس طرح ہے۔ پہلے والدین کی شناخت کے وقت ان کے مسلمان ہونے، پھر آپ کی روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ اور چند منزل کا سفر، ابن دغنہ کا پناہ دے کر ان کو واپس لانا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مسجد بنا کر نماز پڑھنا، ابن دغنہ کی پناہ سے نکل آنا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پھر ہجرت کے لئے اذن طلب کرنا، آپ کا منع کرنا اور ہجرت کی اجازت خدا کی طرف سے ملنے کا انتظار، پھر ہجرت کا سامان اور ہجرت۔

ہر وہ شخص جس کو امام بخاری کی تبویب اور احادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے۔ وہ جان سکتا ہے کہ خاص قرائن کے بغیر محض ترتیب اجزاء سے کسی مختلف الاجزاء حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ فریق کا سارا استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب والدین کی شناخت، حضور ﷺ کی روزانہ صبح وشام کی آمد کے بعد ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہونا مسلم ہو، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ روزانہ صبح و شام کے وقت آنے کا تعلق، آپ کی ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول آنے سے ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورۂ بالا میں اور نیز کتب سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لَا يُخْطِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ

يَأتِيْ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدطَرَ فِي النَّهَارِ اِمَّا بُكْرَةً وَ اِمَّا عِشَاءً حَتّٰى اِذَا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ اُذِنَ فِيْهِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ الْهِجْرَةِ وَالْخُرُوْجِ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَيْنِ ظَهْرِيْ قَوْمِهٖ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فِيْ سَاعَةٍ كَانَ لَا يَأتِيْ فِيْهَا (ابن ہشام)

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جس دن آپ ﷺ کو ہجرت اور مکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی تو آپ ہمارے پاس دوپہر کو اس وقت آئے، جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے۔''

ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگا کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے کہ والدین کی شناخت، پھر صبح وشام کی آمد ورفت، پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری اور ہجرت مدینہ۔ اسی ہجرتِ مدینہ کی تقریب سے زہری نے یہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے، حضور کی صبح وشام آمدرفت، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر اور واپسی اور بنائے مسجد، پھر ہجرتِ مدینہ کی تفصیلات کا ذکر کیا۔ اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوش وتمیز والی تھیں اور اس وقت حضور ﷺ روزانہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا کرتے تھے، بالکل بے بنیاد ہے۔ حالانکہ اگر ہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں تو بھی جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادہ ہجرتِ حبشہ) کے وقت ہوش وتمیز والی ہونا حدیث سے نہیں ثابت ہوگا بلکہ ان کا نکاح اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اور ان کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں، اور اٹھ بیٹھ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے ارادہ اور چند منزل کے سفر کے بیان کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کاموں میں اپنی کسی قسم کی شرکت نہیں ظاہر کرتیں، جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر توشہ کے باندھنے میں اپنی بہن اسماء کے ساتھ شرکت ظاہر کررہی ہیں۔

اصل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کا بیان، پھر اپنے والدین کی شناخت سے اسلام کا بیان، پھر آپ کی روزانہ صبح وشام کی

آمد کا بیان، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان، اس ترتیب پر میری دلیل بھی ہے۔ روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت کے سلسلہ کا تو روایت کی رو سے ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو آنے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو چکا۔ اور عقلاً بھی ظاہر ہے کہ حضور کی صبح وشام کی آمد سے ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو خلافِ معمول آنے سے ہے اور حبشہ کی ہجرت سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ہے۔

ترتیب کے اس نکتہ کو ابن شہاب الدین زہری: نے کہیں کہیں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب الادب [باب بل یزور صاحبه کل یوم ابوبکرة و عشیا] میں جس میں صحیح ترتیب ہے یعنی پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے ان کے مسلمان ہونے کا، پھر آنحضرت ﷺ کی روزانہ صبح وشام آمد کا، پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول آمد کا ذکر ہے۔ اس کی روایت یوں شروع ہوئی ہے:

حَدَّثَنِیْ عَقِیْلٌ، قَالَ ابْنُ شَهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرُّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَرَفَیِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَ عَشِیًّا فَبَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ حَتّٰی قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ سَاعَةٍ لَمْ یَكُنْ یَاتِیْنَا فِیْهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَاجَاءَ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَ اِنِّیْ اُذِنَ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ۔

''مجھ سے عقیل نے کہا، ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اپنے والدین کو نہیں پہچانا، لیکن یہ کہ وہ دونوں دینِ اسلام کی پیروی کر رہے تھے اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ صبح اور شام دن کے دونوں کناروں میں نہ آتے ہوں۔ تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں اس گھڑی میں، جس میں وہ نہیں آتے تھے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت آپ کو نہیں لائی ہوگی لیکن کوئی ضرورت۔ آپ ﷺ نے کہا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی۔''

دیکھئے اس میں پہلے والدین کی شناخت سے ان کا اسلام، پھر روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت،

پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول دوپہر کو آنا بیان کیا ہے مگر حبشہ کی ہجرت کے ارادے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن شروع روایت پر نظر کیجئے کہ وہاں ابن شہاب زہری اخبرنی عروۃ ''مجھ سے عروہ نے یہ بیان کیا'' نہیں ہے بلکہ فاخبرنی عروۃ تو، یا، پس یا اس کے بعد مجھ سے عروہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرتِ حبشہ کا ٹکڑا، والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ آمد کے ذکر سے پہلے تھا۔ جو اس باب میں بے تعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور کتاب الہجرۃ میں بھی جہاں پہلے والدین کی شناخت، پھر روزانہ آمدورفت، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ پھر ہجرتِ مدینہ کا ذکر ہے، روایت کے شروع میں ایسا ہی کیا ہے یعنی اخبرنی، مجھے خبر دی نہیں، بلکہ فاخبرنی ہی کہا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے اوپر کچھ بات تھی جس کی ترتیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ فافھم.

تسلیم کر کے جواب:

لیکن چونکہ میرے اس جواب کو صرف اشارات اور بخاری کے اجزائے حدیث کی ترتیب اور بعض قرائن پر مبنی ہے۔ جس کا تسلیم کرنا صرف حدیث کے ذوق پر مبنی ہے۔ اس لئے میں فریق کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، بلکہ میں ہی تسلیم کر لیتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب وہی ہے جو کتاب الہجرۃ میں ہے، یعنی پہلے والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ آمدورفت کا ذکر، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کا بیان ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی ہے۔ اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں وقت اور زمانہ کی تعیین ہو۔ سب جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک ۵ نبوی میں جس کو ''ہجرت اولیٰ'' کہتے ہیں، دوسرے ۷ نبوی میں جس کو ''ہجرت ثانیہ'' کہتے ہیں اور اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں۔ پھر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے لئے ۵ھ نبوی ماننے پر مجبور کیوں ہیں؟ کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں، حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پر استدلال کرسکیں۔

فریق کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے اور وہ ''فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ'' جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں یا مسلمان ستائے گئے، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔

لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف ۵ نبوی تھا۔ ستائے جانے کے زمانے اور مراتب مختلف رہے۔ غلام وبیکس اور بے مددگار لوگ شروع ہی سے جب سے اسلام کا اعلان کیا گیا، ستائے جانے لگے۔ ان سے بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اس وقت آئی جب کفارِ مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اور اپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی، اور یہ ۷ نبوی میں ہوا۔ جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضور ﷺ بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں باوجود اپنی جاہ ومرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونے لگے ہوں گے۔

پھر آنحضرت ﷺ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جسمانی تکلیف کا واقعہ ۱۰ نبوی کے بعد ہوا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، اور سختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں، جب کفارِ مکہ کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اُدھر ہجرت کرنے کا آغاز ہوا، جو ۱۱ نبوی سے شروع ہو گیا تھا، اس لئے ''جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں'' سے ۵ نبوی کی تخصیص کیونکر ہو گئی؟ مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت تو پوری تیرہ برس ہے اور ان تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے۔ چنانچہ قیام مکہ کے آخری سالوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ستائے جانے کا ذکر اسی ہجرتِ مدینہ کے تعلق سے، انہیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اسی بخاری میں مذکور ہے:

قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ النَّبِیَّ ﷺ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ الْخُرُوْجِ حِیْنَ اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْاَذٰی فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ. [باب غزوۃ الرجیع]

''کہتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے مکہ سے نکل جانے کی اجازت چاہی، جب ان کو سخت اذیت دی جانے لگی۔ تو آپ نے فرمایا ٹھہرو، مجھے بھی ہجرت کی اجازت خدا سے ملنے والی ہے (پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے)۔''

دیکھئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ۵ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۳ میں سخت تکلیف دی جارہی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ ''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی'' سے خوامخواہ ۵ نبوی مراد لینا ضروری نہیں، اور اس لئے اس لفظ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرتِ حبشہ کی تاریخ ۵ نبوی معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جاسکتی۔

آگے بڑھ کر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سن ۵ نبوی والی ہجرتِ حبشہ اولیٰ

میں شرکت کی نہ ۷ھ والی ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی، کہ ان دونوں موقعوں پر جمیعتوں کے ساتھ سفر ہوا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا نکلے، یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اور آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن کی طرف برک الغماد سے رخ کررہے ہیں۔ چنانچہ علمائے سیر اور محدثین میں سے جو لوگ حدیث ہجرت جس سے فریق کو مغالطہ ہورہا ہے اس کے جوڑ اور بند کو سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت حبشہ کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی میں نہیں ۷ھ نبوی نہیں، بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے۔ چنانچہ ابن اسحاق نے اس کا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد، اور نقض صحیفہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب سے ۹ھ یا ۱۰ھ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے اور یہ روایت کی:

وَ قَدْ كَانَ اَبُوبَكْرٍ صِدِّيْقِ كَمَا حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ حِيْنَ ضَاقَتْ عَلَيْهِ مَكَّةُ وَ اَصَابَهُ فِيهَا الْاَذٰى وَ رَاٰى مِنْ تَظَاهُرِ قُرَيْش عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَصْحَابِهٖ مَارَاٰى اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِى الْهِجْرَةِ فَاَذِنَ لَهٗ فَخَرَجَ...... الخ

''اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ مجھ سے بیان کیا، محمد بن مسلم (یعنی ابن شہاب زہری) نے عروہ اور عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مکہ کی زمین تنگ ہوگئی اور ان کو تکلیف ہوئی اور دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف دینے پر سب مل کر ایک ہوگئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے......''

دیکھئے یہ وہی روایت ہے، وہی سند ہے، وہی تمام رواۃ ہیں۔ جنہوں نے بخاری کی کتاب الہجرۃ کی وہ ملی جلی روایت بیان کی ہے، جس سے فریق کو مغالطہ ہوا۔ ابن اسحاق نے حضور کی روزانہ صبح وشام کی آمد ورفت کے ٹکڑا کو صحیح طور سے ہجرت مدینہ کے ساتھ رکھا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت اس کو نہیں رکھا کہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ خوشی ہے کہ ہمارے فریق نے نہایت رواداری کے ساتھ بالاعلان کہہ دیا ہے کہ بخاری اور غیر بخاری میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے ابن اسحاق کے مقابلہ میں بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مرعوب نہ ہوگا۔ حالانکہ بخاری کتاب الادب میں بھی وہی ترتیب ہے جو ابن اسحاق میں ہے اور تکلیف وایذا کا زمانہ بھی ۵ھ نبوی

نہیں رکھا بلکہ بعد۔

محدثین میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا جو پایہ ہے خصوصاً صحیح بخاری کے رموز واشارات کے سمجھنے میں جو ان کو کمال ہے اس کی بنا پر ان کو شہادت میں پیش کرنا ضروری ہے۔ آیئے دیکھیں کہ وہ فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ. ''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی'' سے کون سا زمانہ مراد لیتے ہیں:

فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ اَیْ بِاَذَی الْمُشْرِکِیْنَ لَمَّا حَصَرُوْا بَنِیْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ فِیْ شَعَبِ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اَذِنَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَصْحَابِهٖ فِی الْهِجْرَةِ اِلَی الْحَبَشَةِ کَمَا تَقَدَّمَ بَیَانُهٗ خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُهَاجِرًا اِلٰی اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَیْ لِیَلْحَقَ بِمَنْ سَبَقَ اِلَیْهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. [ج۷،ص۱۸۰]

''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی یعنی مشرکوں کا ستانا، جب انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیقوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی، جیسا اوپر بیان گزرا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے یعنی تاکہ جو مسلمان حبشہ پہلے جا چکے ہیں ان کے ساتھ مل جائیں۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ حدیث کے اجزاء کو اچھی طرح سمجھتے ہیں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کا وقت مسلمانوں کی عام ہجرتِ حبشہ کے بعد اور شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد کا زمانہ بتایا، یعنی ۷ھ نبوی کے بعد، ممکن ہے ۸ھ نبوی ہو یا ۹ھ نبوی ہو (نقض صحیفہ سے پہلے) اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اگر ۴ھ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعد وغیرہ نے لگایا ہے تو ۸ھ نبوی میں بھی ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا، اور میری تحقیق کی بنا پر کہ ۵ھ نبوی کی ولادت مانتا ہوں، ان کی عمر کا چوتھا سال ہوگا، اور باوجود اس کے کہ والدین کی شناختِ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ صبح وشام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرتِ حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ ایک متشنیٰ حافظہ اور ہوش و گوش والی لڑکی کے لئے چوتھا سال اس بات کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے دیکھے یا قرآن پڑھتے سنے، تو ان کاموں کو یاد رکھے اور زیادہ تمیز آنے پر یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے کام کرتے تھے۔ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ.

دوسرا عام طریقہ

دوسرا عام طریقہ جس کا میں نے اوپر حوالہ دیا تھا، وہ یہ ہے کہ پوری حدیث ایک مسلسل واقعہ ہے اور اسی ترتیب سے ہے، جیسی بخاری کتاب الہجرۃ میں ہے۔ جن محدثین اور ارباب سیر کی نظر احادیث کے ان اجزاء پر نہیں پڑی اور انہوں نے اس حدیث کو مسلسل و مرتب واقعہ مانا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی نہیں جیسا کہ فریق مجیب نے کہا ہے بلکہ ۱۳ھ نبوی قرار دیا ہے اور جو بھی اس پر سرسری نظر ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا، اور اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ناظرین کے سامنے اس متنازع فیہ حدیث کا لفظی ترجمہ کروں گا، اور اہم امور کو روایت کے اصل الفاظ میں ادا کروں، اور وہ یہ ہیں:

''ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے، اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا لیکن یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں دن کے دونوں کناروں میں صبح و شام ہمارے ہاں آتے تھے، تو جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب برک الغماد پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کدھر کا ارادہ ہے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا، تو چاہتا ہوں کہ زمین میں چل پھر کر اپنے رب کو پوجوں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ آپ غریب کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں، قرض دیتے ہیں، مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ چلا۔ پھر قریش کے اشراف میں شام کو گھوما، پھر ان سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی نہیں نکالے جا سکتے، کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی مدد کرتا ہے (صفات مذکورہ گنائے) تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو نہیں جھٹلایا اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجیں اور اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں، ہم کو اس سے آزار نہ پہنچائیں اور نہ اس نماز قرأت کا اعلان کریں کیوں کہ ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کا ڈر ہے کہ وہ نہ کہیں بہک جائیں (یعنی اسلام

کے اثر میں نہ آ جائیں) تو ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر ٹھہرے فَلَبِثَ اَبُوْبَكْرٍ بِذَالِكَ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجتے رہے، اور اپنی نماز کو اعلان کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ اور اپنے گھر کے سوا کہیں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بدل گئی تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹنے لگے اور وہ تعجب کرتے تھے اور ان کو دیکھتے تھے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے تو روتے تھے، اور ان کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔ اس امر نے قریش کے سرداروں کو گھبرادیا، تو انہوں نے ابن دغنہ کو کہلا بھیجا، وہ آیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمہاری پناہ دینے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں۔ اب انہوں نے اس سے تجاوز کیا، اب انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی ہے، نماز اور قرآن زور سے اس میں پڑھتے ہیں، اور ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہے۔ تو ان کو روک دو، اگر اس بات پر رک جائیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو وہ کریں، اور اگر انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمہاری ذمہ داری واپس کردیں، کیونکہ ہم کو تمہاری ذمہ داری کو توڑنا پسند نہیں، اور ہم کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اعلان کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھنے نہیں دے سکتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابن دغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ کس شرط پر میں نے تم سے معاہدہ کیا تھا تو یا تو باز آ جاؤ یا میری ذمہ داری واپس کردو، کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب سنیں کہ میں نے کسی سے معاہدہ کیا اور وہ توڑا گیا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں، اور خدا کی پناہ مجھ کو کافی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ ہی میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کا مقام چھوہاروں والی دو پہاڑیوں کے بیچ کی زمین دکھائی گئی ہے تو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ورعموماً صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مدینہ کی طرف واپس آئے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو کہ مجھے

بھی امید ہے کہ اجازت دی جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے لئے روکے رکھا اور دو اونٹنیوں کو خبط کے پتے چار مہینے تک کھلائے۔ ابن شہاب نے کہا کہ عروہ نے کہا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، تو ہم ایک دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمرہ میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں، منہ پر چادر ڈالے اس گھڑی میں جس میں آپ نہیں آیا کرتے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ قربان، خدا کی قسم! آپ کو اس گھڑی نہیں لایا لیکن کوئی اہم کام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارے پاس اس وقت ہو اس کو علیحدہ کر دو، عرض کی میرا باپ قربان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت کا حال سنایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا نے مل کر سامان درست کیا۔''

میں نے عام ناظرین کے سامنے روایت کے پورے الفاظ رکھ دیئے، جو اہل نظر ہیں انہوں نے اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو پہچان لیا ہوگا کہ اپنے والدین کی شناخت سے ان کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھنا، ایک ٹکڑا ہے۔ روزانہ صبح وشام آمد کا تعلق ہجرت کے دن دوپہر کے آنے سے ہے، بیچ میں ہجرت کے تعلق سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کا ذکر ہے۔ پھر ہجرت مدینہ کا بیان شروع ہوتا ہے مگر بہرحال مجھ کو تو یہاں ایک سرسری حیثیت سے اس حدیث پر گفتگو کرنا ہے۔

ایک حد تو متفقاً متعین ہے کہ مدینہ کی ہجرت کا واقعہ ۱۴ھ نبوی یعنی قیام مکہ کے آخری سال کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام ٹکڑے وقوع اور پیش آنے میں مسلسل اور ملے ہوئے بلافصل ہیں یا ان میں جوڑ، فصل اور عدم تسلسل ہے۔ اگر جوڑ اور فصل ہے تو لازم آتا ہے کہ یہ مانیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شناختِ والدین کا واقعہ الگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ آمد ورفت کا واقعہ الگ ہے۔ ہجرت حبشہ کے ارادے کا واقعہ الگ، اور سب سے آخر ہجرت مدینہ کا واقعہ الگ ہے۔ تو اس صورت میں فریق کا یہ قیاس واستنباط کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادے کے وقت ہوش وتمیز کی حالت میں تھیں، بالکل بے بنیاد ہے، اور اگر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ واقعات اپنے وقوع میں مسلسل اور بلافصل پیش آئے ہیں تو ظاہر اُصاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہجرتِ

مدینہ کے واقعہ کے قرب میں پیش آئے ہیں، واقعات کا تسلسل جو روایت میں مذکور ہے وہ ادھر ہی لئے جاتا ہے۔

فریق یہ کرتا ہے کہ پہلا اور دوسرا ٹکڑا یعنی والدین کی شناخت اور ہجرت حبشہ کے ارادہ کو تو شروع میں اٹھا کر لے جاتا ہے، یعنی ۵ـ نبوی میں، اور آخری یعنی مدینہ کی ہجرت کے واقعہ کے زمانہ کو چونکہ بڑھا گھٹا نہیں سکتا، اس لئے اس کو ۱۴ـ نبوی میں قائم رکھتا ہے اور دونوں کے بیچ میں آٹھ نو برس کا فصل قرار دیتا ہے، جو کسی طرح روایتِ الفاظ سے ثابت نہیں ہو سکتا اور اتنے بڑے فصل کی گنجائش اس کو مسلسل و مربوط واقعہ مان کر نہیں نکالی جا سکتی۔ عبارت کا حرف حرف ناظرین کے سامنے ہے پڑھ لیں فَلَبِثَ ''پس ٹھہرے ابوبکر رضی اللہ عنہ'' سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آٹھ نو برس کے توقف کا زمانہ مراد ہے کہ اتنے عرصہ تک انہوں نے چپ چاپ گھر میں نماز پڑھی، پھر اعلان کیا۔ یا یہ کہ اعلان تو جلدی کیا ہو مگر قریش آٹھ نو برس تک صبر کرتے رہے، دو میں کوئی بات صاف نہیں ثابت ہو سکتی، پھر اس میں نماز اور تلاوت کا ذکر ہے۔ ۵ نبوی میں جبکہ تین برس کی فترت کے بعد قرآن کے نزول کو دوسرا ہی سال تھا اتنا قرآن نہیں ہو سکتا جو تلاوت اور قرأت میں آئے اور نہ اس وقت با قاعدہ نماز شروع ہوئی تھی (با قاعدہ پانچ وقت کی نماز معراج میں فرض ہوئی تھی)۔ ان قرینوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۵ نبوی کا واقعہ نہیں ہو سکتا، بلکہ آخری سالوں کا ہے۔ چنانچہ محدثین اور علمائے سیر میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری ربط و تسلسل کا خیال کیا ہے انہوں نے ۱۳ نبوی کا واقعہ قرار دیا ہے۔ سیرت حلبی علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں۔

وَ فِیْ السَّنَةِ الثَّالِثَةِ عَشَرَ مِنَ النُّبُوَّةِ کَانَتْ بَیْعَةُ الْعَقَبَةِ الثَّانِیَةِ وَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ اَرَادَ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یُّهَاجِرَ لِلْحَبَشَةِ فَلَمَّا بَلَغَ بَرْکَ الْغِمَادِ.

[جلد ۳، ص ۴۰۶ مصر]

''اور ۱۳ـ میں عقبہ ثانیہ کی بیعت ہوئی اور اسی سال ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو جب برق الغماد پہنچے۔''

تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس میں علامہ حسین بن احمد دیار بکری ۱۳ـ نبوی کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

وَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ هَاجَرَ اَبُوْبَکْرٍ اِلَی الْحَبَشَةِ رُوِیَ لَمَّا ابْتُلِیَ

اَلْمُسْلِمُوْنَ. [جلد اول،ص ۳۱۹]

''اور اسی سال ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی۔ (روایت بلفظ گزر چکی ہے)''

اب ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی ۱۳ھ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آٹھ برس کی ہوگی اور اس وقت جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری عقل وتمیز کے سن میں تھیں۔

ہم نے پوری تحقیقات منظر عام پر لا کر رکھ دی ہے اور ہر ممکن پہلو سے اور ہر نقطۂ نظر سے بحث کر دی ہے جس سے بحمد للہ کہ ہر طرح سے مجیب کے شبہ کا رد ہو گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر جمہور علماء ومورخین ومحدثینِ اسلام کے مطابق ماننے اور تسلیم کرنے میں فریق کو کم از کم اس حدیث کا خدشہ باقی نہ رہے گا، اب دوسرا شبہ لیجئے۔

سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَ اِنِّی لَجَارِیَۃٌ اَلْعَبُ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَ السَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ. [صحیح بخاری تفسیر سورۂ قمر]

''بلاشک مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اترا جب میں بچی تھی اور کھیلتی تھی، ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَ السَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ﴾ [۵۴/القمر:۴۶]

فریق اس حدیث کو پیش کر کے استدلال کرتا ہے کہ یہ آیت سورۂ قمر کی ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے کیونکہ اس میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور یہ ۷ھ نبوی کا واقعہ ہے (یعنی محصور کرنا)

پھر فرماتے ہیں:۔

''اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے اس لئے ان کا (قمر ونجم کا) نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہئے۔ اور سورۂ نجم کا ۵ھ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی

نازل ہوئی۔ پس ۵ ھ نبوی یا ۶ ھ نبوی کا ان آیات کا نزول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی کرتی تھی۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۰ ھ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں۔''

ہمارے مخدوم نے اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جو سلسلہ جوڑا ہے، ان میں سے ہر ایک بے بنیاد ہے، اوپر دو دلیلیں قائم کی گئی ہیں، جن کی الگ الگ منطقی ترتیب یہ ہے:

اول یہ آیت سورۂ قمر میں ہے، سورۂ قمر سورۂ نجم کے مناسب ہے۔ سورہ نجم قطعاً ۵ ھ نبوی میں اتری، اس لئے سورۂ قمر بھی ۵ ھ نبوی میں اتری اور اس میں یہ آیت ہے جس کا حضرت عائشہ یاد رکھنا فرماتی ہیں، اس لئے وہ ۵ ھ نبوی میں اتنی بڑی تھیں کہ اس کو یاد رکھ سکیں اس لئے اگر پانچ چھ برس بھی اس وقت عمر مانی جائے تو ۱۰ ھ نبوی میں بوقت نکاح وہ دس گیارہ برس کی ہوں گی۔

اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو صرف ایک آیت کا نزول اور اسکا یاد رکھنا فرماتی ہیں اور فریق پورے سورہ قمر کا احاطہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں، کبھی پوری سورت اتری کبھی ایک ایک سورہ چند سالوں میں متفرق طور پر نازل ہو کر پوری ہوتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو، اس لئے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورۂ قمر ایک ساتھ اتری اس وقت تک دلیل تمام نہیں ہو سکتی، اگر پوری سورۂ ایک ساتھ اترتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سورۂ قمر کا حوالہ دینے کے بجائے، اخیر کی ایک تنہا آیت کا حوالہ کیوں دیتیں؟

سب کو معلوم ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [۵/ المائدہ: ۳] ۱۰ ھ میں حجۃ الوداع میں اتری اور سورۂ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے ۵ ھ میں اتریں جیسے تیمم کا حکم وغیرہ۔ جانوروں کے حلت وحرمت کے احکام جو اس میں ہیں وہ غالباً اس کے دو برس بعد خیبر کے زمانہ کے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں، مگر باقی سورۂ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی اسی طرح یہ سب جانتے ہیں کہ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ﴾ کی چند ابتدائی آیتیں، اولین وحی ہیں، مگر آخر سورہ میں نماز سے روکنے کا واقعہ بہت بعد کا ہے۔ وہ آیت جس کو سورۂ نجم کے قصہ کے تعلق سے ان باطل روایتوں میں نقل کیا گیا۔ ﴿اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ

اُمْنِيَّتِهٖ ﴾[۲۲الحج:۵۲]سورۂ حج میں ہے اس لئے اس کا نزول ۵ نبوی میں ہوگا،لیکن قتال کی اجازت کی پہلی آیت ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ﴾ بھی اسی میں ہے جو ہجرت کے بعد بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ پھر اس میں حج ابراہیمی کا ذکر ہے،وہ اس کے بھی بعد کا واقعہ ہوگا،اور اکثر آیتیں اس کی مدنی ہیں،خود قمر اور نجم کی بعض آیتیں مدنی کہی جاتی ہیں (دیکھئے روح المعانی) اسی طرح اور بھی بہت سی آیتوں کا حال تصریحی اور یقینی طور سے معلوم ہے،اس لئے ایک آیت سے پوری سورت کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں۔ سورۂ نساء اور سورۂ طلاق بہت متناسب ہیں،مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے۔سورۂ انفال اور برأت میں اتنا اتصال اور مناسبت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوۂ بدر سے ہے جو ۲ ھ کا واقعہ ہے اور سورۂ برأت کا فتحِ مکہ کے بعد سے جو ۹ ھ کا واقعہ ہے۔

سورۂ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ ۵ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں۔آپ یہ زمانہ اس لئے قطعی سمجھتے ہیں کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو رمضان ۵ نبوی میں تلاوت کرتے وقت آپ نے یا شیطان نے نعوذ باللہ بتوں کی تعریف'' تِلْکَ الْغَرانِیْق '' ملادی تھی اور سب نے مع مسلمانوں اور مشرکوں کے سجدہ کرلیا تھا،اور یہ سن کر مہاجرین حبش جنہوں نے رجب ۵ نبوی میں ہجرت کی تھی شوال ۵ نبوی میں حبشہ سے واپس چلے آئے،اس لئے یہ سورۂ ۵ نبوی میں اتری۔لیکن تمام ناقدینِ حدیث جانتے ہیں کہ یہ واقعہ تمام تر لغو ہے۔سورۂ نجم کی تلاوت اور تمام کفار کے سجدہ کرنے کا ذکر بلا وقت کی تعیین کے اور بغیر اس کے کہ اس میں تلک الغرانیق والا ٹکڑا ہو اور بغیر اس کے کہ یہ واقعہ مہاجرین حبش کی واپسی کا غلط سبب بنے احادیث صحیحہ میں مذکور ہے،مگر اس سے آپ کے استدلال کا کوئی تعلق نہیں۔تعلق اسی وقت ہوگا کہ جب اس لغو حصہ کی شمولیت ہو،اور یہ صحیح نہیں،بلکہ اگر چند آیتوں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جاسکتا ہے،تو میں کہتا ہوں کہ سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری سورہ کی اس وقت قرأت کرنا ناممکن ہے،کیوں کہ اس سورہ کی ابتداء میں معراج کے روحانی مناظر ومشاہد کا ذکر ہے اور معراج کی تاریخیں ۱۱ نبوی یا ۱۲ نبوی ہیں۔ اس لئے کیونکر ممکن ہے کہ ۵ نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو،اور تلاوت کی گئی ہو۔

دوم: اور دوسری دلیل ملاحظہ طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ:۔

''یہ آیت سورۂ قمر کی ہے اور سورۂ قمر میں شق القمر کے معجزہ کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت ﷺ سے اس قدر سخت ہوگئی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ اور یہ واقع (یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونا) ۷ نبوی کا واقع ہے۔''

اول تو اس قیاس و استنباط پر بھی وہی اعتراض ہے کہ ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا اور پوری سورہ کے نزول کو متعین کرنا مشتبہ اور مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ پھر معجزۂ شق القمر کے وقوع کے زمانہ کو اس لئے ابتدائی بتانا کہ ۷ نبوی سے تو آپ ﷺ شعب ابی طالب میں چلے گئے (محصور صحیح نہیں کہ آنا جانا، نکلنا، بند نہیں تھا، تعلقات اور خرید و فروخت کی بندش تھی) کیا آپ ﷺ شعب ابی طالب میں یا اس سے نکلنے کے بعد ۹ نبوی سے لے کر ۱۴ نبوی تک اس معجزہ کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ یہ کیا لزوم ہے کہ اگر آپ ﷺ یہ معجزہ دکھا سکتے تو ۵ نبوی یا ۶ نبوی ہی تک دکھا سکتے تھے کوئی اور دلیل اس کی ہو تو ہو، مگر یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ایک دو نہیں، بکثرت محدثین اور علماء سیر نے شق القمر کے معجزہ کی تاریخ ۵ قبل ہجرت متعین کی ہے یعنی ۱۰ نبوی (دیکھو فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۶۴، قسطلانی جلد ۷، صفحہ ۴۰۷ سیرت حلبی جلد ۳ صفحہ ۴۰۵، زرقانی بر مواہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۲۹۸)۔ شاید غالباً ہمارے مجیب کو ۵ نبوی اور ۵ قبل ہجرت کے الفاظ میں تسامح اور تشابہ ہو گیا، حالانکہ ان دونوں میں چھ برس کے قریب کا فرق ہے۔ ان تصریحات کی بنا پر سورۂ قمر کا نزول کم از کم ۱۰ نبوی کا واقعہ ہونا چاہئے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا پانچواں سال ختم یا چھٹا سال شروع ہوگا اس لئے اس عمر میں کھیل کے وقت ایک اور صرف ایک آیت کا کان میں پڑ کر یاد رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے اور خصوصاً ایک تیز اور ذہین اور قوی الحافظہ لڑکی کے لئے۔ اس لئے اس دلیل سے بھی اس سورہ کے بلکہ صحیح یوں کہنا چاہئے کہ اس ایک آیت کے نزول کا وقت ۵ نبوی یا ۶ نبوی ٹھہرانا بے ثبوت ہے۔

عرب میں نکاحِ صغیر کا رواج

مولوی صاحب کا آخری استدلال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے نکاح سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں اور

''عرب میں چار پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔''

عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کمسن بچیوں کے پیام ونسبت کا رواج تھا بلکہ شیر خوار بچیوں کے نکاح کا بھی، بلکہ حمل کے اندر جو اولاد ہو اس کے نکاح کا وعدہ بھی (ملاحظہ ہو سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فی تزویج من لم یولد) کہ جاہلیت میں غیر مولود بچہ کا بھی پیام ہو جاتا تھا۔ عرب میں کمسن لڑکیوں کے نکاح کے عدمِ رواج سے مطلب اگر زمانۂ جاہلیت ہے تو یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں، جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفیاً یا اثباتاً کچھ کہہ سکیں۔ پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج کا دعویٰ اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے، اور اگر اسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کمسن لڑکیوں کے نکاح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ جن کی تفصیل مولوی ریاست علی صاحب ندوی نے ایک مضمون میں لکھ کر ''پیغام صلح'' کے پاس بھیجی ہے، مگر جس کو وہ اب تک کسی وجہ سے شائع نہ کر سکا، اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں:۔

① حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نومولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی۔ [مرقاۃ ملا علی قاری حنفی جلد ۳، صفحہ ۴۱۷]

② خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کمسن لڑکے سلمہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہیدِ احد کی نابالغ لڑکی سے کر دیا۔ [احکام القرآن رازی حنفی جلد ۲ ص ۵۵]

خود مولوی صاحب نے اس حد تک تسلیم کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گیارہ برس کی سن میں بیاہی گئیں۔

انہیں دو پر موقوف نہیں بلکہ:۔

وَتَزْوِيْجُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اِبْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ.

[ترکمانی علی البیہقی ج ۱، ص ۷۶۔۷۹]

''اور ایک سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح کیا۔''

بالاتفاق و بلا اختلاف تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تمام تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک باپ کو

اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دے۔ایسے اجماعی مسئلہ کا انکار، میں نہیں جانتا کہ اس کو کیا کہوں؟

خلاصۂ بحث

میرا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معتبر ترین، مستند ترین اور ایک دو کے سوا تمام متفقہ راویوں کے مطابق چھ برس کی سن میں بیاہی گئیں اور محققاً بلا اختلاف نو برس کے سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آئیں اور تمام واقعات وسنین کی تطبیق کی بنا پر وہ ۵ھ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں۔شوال ۱۱ھ نبوی میں بیاہی گئیں اور شوال ۱ھ میں رخصت ہو کر آئیں۔

مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں جو جولائی ۱۹۲۸ء میں ''پیغام صلح'' میں شائع ہوا تھا، لکھا تھا کہ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔اس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی۔

میں نے جولائی ۱۹۲۸ء کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اور متعدد سوال کئے اور دریافت کیا۔کیا ان معتبر احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ:۔

① وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔

② ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی۔

③ اور ہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں (اور رخصتی کے وقت ۱۸ برس کی)

چار مہینوں کے بعد'' احباب کے بڑے اصرار پر'' ۲۷ نومبر کے ''پیغام صلح'' میں مولانا محمد علی صاحب نے جو جوابی مضمون لکھا۔اس میں اپنے پہلے دعوؤں سے ہٹ کر اولاً یہ تصریحات کیں کہ:۔

☆ ایسی کوئی حدیث ان کو نہیں ملی جس سے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں، ثابت ہو۔

☆ نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں۔

☆ یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہونا غلطی

سے لکھا گیا۔

مگر ان سچی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کئے ہیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے۔

② نکاح کے وقت (۱۰ نبوی) میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں۔

③ اور ۲ ھ میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھیں۔

انصاف کیجئے کہ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غلطی ہوئی کہ تمام محدثین ومؤرخین اور رواۃ سے یکساں غلطی ہوئی۔ پھر کسی ایسے شخص سے جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز و مستثنیٰ تھا، خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہونا کہ وہ اپنی گیارہ برس کی عمر کو چھ برس کی اور سولہ برس کی عمر کو نو برس کی اور اپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہہ دے۔ اعجوبۂ روزگار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس وقت رخصت ہو کر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اور کھیل سے اٹھا کر لائی جاتی ہیں۔ ان کی ماں ان کا منہ دھو دیتی ہیں، بال برابر کر دیتی ہیں۔ چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ یہاں آ کر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے اور یہ تمام واقعات احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نو برس کی کمسن لڑکی کا حلیہ ہے یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا؟ [دیکھو مسند طیالسی ص ۲۰۵ اور دارمی ص ۲۹۲]

افک کا واقعہ ۵ ھ کا ہے، اس وقت جمہور محدثین ومؤرخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں اور مولانا محمد علی کے حساب سے ۱۹ برس کی ہوں گی۔ واقعہ افک کے بیان میں (بخاری) ان کی لونڈی بریرہ اور وہ خود اپنی نسبت دوجگہ جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ ''کمسن چھوکری'' کہتی ہیں۔ عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ ''جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ'' کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی یا انیس برس کی عورت؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ وَ اَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَمْ اَقْرَءْ كَثِيْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ (بخاری) ''میں کم سن چھوکری تھی زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی۔'' یہ عذر بارہ تیرہ برس کی لڑکی کی زبان سے درست ہوگا یا انیس برس کی عورت کی زبان سے۔

آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سنا کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، فرماتی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری (ص ۵۵۱) وصحیح مسلم کتاب النکاح وسنن دارمی (ص ۲۹۳)

میں ہے:

''مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے جب نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی، پھر ہم مدینہ آئے، تو بنی حارث کے محلّہ میں اترے، پھر میں بیمار پڑگئی، تو میرے سر کے بال گر گئے، ایک چوٹی سی رہ گئی تو میری ماں ام رومان آئیں اور میں جھولے پر تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں۔ تو میری ماں نے مجھے چلا کر بلایا تو میں آئی اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں، تو میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر کھڑا کیا اور میری سانس پھول رہی تھی۔ (شاید کھیل کی دوڑ دھوپ سے) یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی، پھر تھوڑا پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا، پھر کمرہ کے اندر لے گئیں، تو وہاں دیکھا کہ ایک کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں۔ انہوں نے مبارک باد دی، میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے کچھ میری حالت درست کی تو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے حیرت ہوئی، تو انہوں نے مجھے آپ ﷺ کے سپرد کر دیا اور میں اس وقت نو برس کی تھی۔''

کیا یہ حلیہ، یہ منظر، یہ حالت ایک سولہ برس کی لڑکی کا ہے یا نو برس کی؟ پھر جو عورت اپنی رخصتی کے اتنے جزئیات یاد رکھے وہ اپنی عمر ہی بھول جائے گی اور بلا تذبذب اور بلا شک وشبہ ہر شخص سے اپنی رخصتی کے وقت نو برس کی عمر بتانے میں غلطی کرے گی۔ اِنَّ هٰذَا لَعُجَابٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے نو برس کے سن میں رخصتی ہونا اتنا یقینی ہے کہ وہ نو برس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ متعین کر دیتی ہیں۔ فرماتی ہیں اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِيَةُ تِسْعَ سِنِيْنَ فَهِيَ اِمْرَأَةٌ ''جب لڑکی نو برس کو پہنچ گئی تو وہ عورت ہے۔'' [دیکھو ترمذی کتاب النکاح]

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ نکاح کے وقت بارہ، تیرہ یا سولہ، سترہ برس کی تھیں،

وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ.

[مجلّہ ''معارف'' اعظم گڑھ ۱۹۲۹ء جنوری]